بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اشارات

یوں تو جماعت اسلامی اپنے مقصد اور طریق کار کی کافی حد تک وضاحت کر چکی ہے اور اس ضمن میں کسی مزید صراحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی مگر "متفق سازش" کی حالیہ مہم کے پیش نظر بعض حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ جماعت کا مقصد و منہاج اختصار کے ساتھ پھر عوام کے سامنے لایا جائے، چنانچہ ان کی اس خواہش کی تعمیل میں یہ چند صفحات لکھے جا رہے ہیں۔

دنیا کی کوئی جماعت بھی جب کوئی عزم لے کر اٹھتی ہے تو اس کے بارے میں عام طور پر ذہنوں میں تین سوالات پیدا ہوتے ہیں: وہ جماعت کیا چاہتی ہے؟ کیوں چاہتی ہے؟ اور کس طرح چاہتی ہے؟ یہی تین سوالات فطری طور پر جماعت اسلامی کے بارے میں بھی پوچھے جا سکتے ہیں۔ بنابریں ہم اپنی گزارشات کو صرف ان تین سوالات کے جوابات تک ہی محدود رکھیں گے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ یا دوسرے لفظوں میں جماعتِ اسلامی کی دعوت اور مقصد کیا ہے؟ تو اس کا جواب مختصراً یہ ہے کہ جماعت اِس ضمن میں وہی کچھ چاہتی ہے جو خالق کے ایک بندے کو فرائضِ عبودیت بجا لانے کے لیے کرنا چاہیے، اور جس کی طرف مختلف اوقات میں انبیاء اور صلحائے انسانی کو متوجہ کرتے رہے ہیں، اور جس پر انسان کی دنیوی فلاح اور اُخروی کامرانی کا دارو مدار ہے۔ یہ نوعِ بشری کی انتہائی بدنصیبی اور بدبختی ہے کہ جس انسان کو خالق نے اپنے بندے کی حیثیت سے پیدا کیا وہ شیطان کی چالبازیوں میں آکر انسان کا بندہ بننے پر تل گیا۔ جماعت اسلامی مالک الملک کے ارشاد کے مطابق اور ان مقدس نفوس کی پیروی میں جو منشائے خداوندی کو دنیا پر واضح کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے، انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں دینے کا عزم رکھتی ہے۔ اس کے نزدیک انسانیت کی ساری محرومیوں بلکہ اس کی ساری

تیرہ بختیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس خالق نے اسے پیدا کیا اور دنیا میں زندہ رہنے کے لیے اُسے وسائلِ رزق مہیا کیے اُس نے اس کے حقوق کو صحیح طور پر پہچاننے اور انہیں کما حقہٗ ادا کرنے میں مُجرمانہ غفلت برتی اور اس غفلت کی پاداش میں اس پر زندگی اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی۔ اس نے خدا کی غلامی قبول کرنے سے گریز کیا اور قادرِ مطلق نے اسے دنیا میں یہ سزا دی کہ لاتعداد معبودانِ باطل کی غلامی کے قلادے اس کی گردن میں ڈال دیئے۔ گم کردہ راہ انسان نے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں نیازمندی کا شیوہ اختیار کرنے کے بجائے سرکشی کی روش اختیار کی تو اس کی فطرت اس قدر مسخ ہو گئی کہ وہ جھوٹے بتوں کے آستانوں پر پورے جذبۂ عبودیت کے ساتھ جھکنے لگا۔ اُس نے کبھی پتھر کے بتوں کی پرستش کی تو کبھی آسمانی ستاروں کی کبھی زندہ انسانوں کی عبادات کی تو کبھی گذرے ہوئے بزرگوں کی، کبھی قومیت اور وطنیت کے بتوں کی پرستش کی اور کبھی سیاسی اور معاشی مفادات کی قربان گاہ پر اپنے ضمیر اور ایمان حتیٰ کہ اپنی شخصیت تک کی قربانی پیش کر دی۔ بندہ زعمِ باطل میں گرفتار ہو کر خواہ اپنے مرتبہ اور مقام کے بارے میں جو چاہے کہتا پھرے لیکن وہ اپنے فطری احساس یعنی احساسِ عبودیت سے کبھی عاری نہیں ہو سکتا۔ وہ اگر خدا کی بندگی سے انحراف کرتا ہے تو شیطان کی بندگی پر مجبور ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا قلب و دماغ جذبۂ بندگی سے ہمیشہ معمور رہتا ہے۔ اُسے اس دنیا میں بہر حال بندہ بن کر ہی رہنا ہے خواہ وہ مالکِ حقیقی کا بندہ بن کر دنیا اور آخرت میں فائز المرام ہو یا کسی جھوٹے خدا کا یا خود اپنے نفس کا بندہ بن کر دنیا اور عقبیٰ میں ناکام و نامراد ہو۔ سروری صرف اُسی ذاتِ بے ہمتا کو زیب دیتی ہے جو اس کائنات کا خالق، مالک اور مُدبّر ہے۔ خدائی کے دوسرے سارے دعویدار بتانِ آذری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خواہ یہ بُت مٹی اور پتھر کے مجسموں کی صورت میں بُت پرست قوموں کے معابد میں نصب ہوں یا "انسانی خداؤں" کے روپ میں تختِ اقتدار پر متمکن ہوں۔

اِس ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ "بندے کی خدائی" کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ لازمی طور پر فرعون اور نمرود کی طرح اپنی زبان سے دعواتے خدائی کا باقاعدہ اعلان کرے اور عوام سے اپنی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا تقاضا کرے۔ بلکہ "بندے کی خدائی" کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کائنات کے حقیقی حاکم کی حاکمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام پر اپنی حاکمیت مسلط کرنے کی کوشش کرے۔ یہ کائنات جب اس خالق کی تخلیق ہے جسے ربّ کہا جاتا ہے تو اس پر حکم بھی اسی کا چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پورا نظامِ طبیعی

خالقِ حقیقی کے ضابطوں کا بڑی سختی سے پابند ہے اور اُن سے سرِمُو انحراف نہیں کرتا۔ انسان بھی اپنی زندگی کے طبیعی دائرے میں انہی ضابطوں کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔ مگر جب وہ اِس دائرے سے نکل کر ارادہ و اختیار کی آزاد فضا میں داخل ہوتا ہے تو وہاں وہ اپنے اصل مقام یعنی مقامِ بندگی کو قبول کر مقامِ کبریائی کا دعویدار بن جاتا ہے اور یہی اِس دنیا میں ظلم و فساد کی اصل وجہ ہے۔ اگر انسان اِس دائرے میں بھی احکامِ الٰہی کی پابندی کرے تو نہ صرف اُس کی داخلی زندگی ہر قسم کے تناقض سے پاک ہو جائے بلکہ اس کی خارجی زندگی بھی مکمل ہم آہنگی پیدا ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے انتشار سے محفوظ رہے۔ اور اس طرح یہ کرۂ ارض فتنہ و فساد کی آماجگاہ بننے کے بجائے صلح و آشتی کا گہوارہ بن جائے۔ اِس حقیقت کی طرف قرآن مجید نے انسان کو بار بار متوجہ کیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرۃ: ۲۲)

لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کی چھت بنائی اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ۔

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۱۷)

تم اللہ کے سوا جنہیں پوج رہے ہو وہ تو محض بت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو، دراصل اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ کے ہاں سے رزق مانگو اور اس کی عبادت کرو اور اللہ کا شکر کرو اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

قرآن مجید میں یوں تو اس موضوع کی بیسیوں آیات موجود ہیں مگر یہ دو اس امر کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ معبودِ حقیقی وہی ذات ہے جس نے انسان اور ساری کائنات کی تخلیق کی ہے۔ اور انسان اور دوسری جاندار

مخلوقات کو وسائلِ رزق مہیا کیے ہیں۔ نہ تو اس کی تخلیق میں اس کا کوئی ثانی ہے اور نہ اس کی صفتِ ربوبیت میں اس کا کوئی شریک و سہیم ہے۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو انسان کے لیے معقولیت کی راہ یہی ہے کہ وہ زندگی کے اس محدود دائرے میں بھی جس میں خود خالق نے اسے ارادہ و اختیار بخشا ہے صرف خدا کا بندہ بن کر رہے اور جھوٹے خداؤں کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے اپنے بلیغانہ انداز میں یوں بیان کیا ہے:

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۭ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ (الحج: ۳۴)

پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے تو تم اسی کے فرماں بردار بنو اور خوشخبری دیجیے اُن لوگوں کو جو خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی فکر و عمل کی یہ بنیادی تبدیلی کیوں چاہتی ہے تو اس کا جواب محولہ بالا آیات میں موجود ہے۔ وہ خدا کی بندگی کی طرف انسانوں کو اس لیے دعوت دیتی ہے کہ بحیثیتِ مخلوق یہ ہمارا اوّلین فرض ہے اور اس فرض کو بجا لانے میں اگر ہم غفلت کا مظاہرہ کریں تو گویا جادۂ مستقیم سے ہٹ کر اپنے لیے اور بنی نوعِ انسان کے لیے تباہی کا سامان فراہم کریں گے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (یونس: ۳۵)

ان سے کہیے تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی راہ دکھاتا ہو؟ آپ کہیے اللہ ہی حق کی راہ دکھاتا ہے پھر بتاؤ جو حق کی راہ دکھائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہ پاتا ہو جب تک اُسے سجھائی نہ جائے آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟

کوئی فرد خواہ وہ کتنا ہی ذہین و فطین ہو یا اصحابِ بصیرت کا کوئی عظیم گروہ خواہ وہ دل و دماغ کی کیسی ہی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو یا پوری نسلِ انسانی فکر و نظر کے سارے سرمائے کو مجتمع کر کے بھی اگر اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنے لیے رشد و ہدایت کا کوئی جامع ضابطہ مرتب کرنے کی کوشش کرے تو کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضابطۂ حیات کی تدوین وہی ذات کر سکتی ہے جو

اپنی مخلوق کے عناصرِ ترکیبی اور ان کے مزاج اور عمل سے کما حقہٗ واقفیت رکھتی ہو۔ چنانچہ خالقِ کائنات کے علاوہ کوئی دوسری ہستی یا ادارہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ اِس لیے انسان کی فلاح و کامرانی کا راز اسی بات میں مُضمر ہے کہ اُس کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات کی پابندی کی جائے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳)

لوگو! اُس کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہاری طرف نازل ہوا ہے اور اس کو چھوڑ کر دوسرے (من گھڑت) سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔

جماعت اسلامی بنی نوعِ انسان کی طرف کوئی نیا پیغام لے کر نہیں آئی بلکہ اُسی دعوت الی الخیر کو پھیلانے کے لیے اُٹھی ہے جو ہر زمانے اور ہر عہد میں بندگانِ خدا پھیلاتے رہے ہیں۔ اور جسے امتِ مُسلمہ کا حقیقی منصب قرار دیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ (آل عمران: ۱۱۰)

تم وہ بہترین اُمت ہو جو سارے انسانوں کے لیے وجود میں لائی گئی ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو۔

اس فرض کو سرانجام دینے کے لیے جماعت اسلامی اپنے محدود وسائل کے ساتھ خود بھی کوشاں ہے اور اُمتِ مُسلمہ کو بھی —— جو کافی حد تک اپنے اس فرض سے غافل ہو چکی ہے —— یہ فرض یاد دلاتی ہے اور اسے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کا کام محض وعظ و نصیحت اور اِنذار و تبشیر سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اسے جو نیکی کا حکم دینے والا بنایا گیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ وعظ و نصیحت کے علاوہ ایسی طاقت بھی حاصل کرنے کی کوشش کرے جس سے نیکی کو پروان چڑھایا اور بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جا سکے۔ جماعت اسلامی کے جس موقف اور اس کی جس جدوجہد کو اس کے مخالفین "سیاست بازی" اور ہوسِ اقتدار کا طعنہ دیتے ہیں وہ درحقیقت نہ تو سیاست بازی ہے اور نہ ہوسِ اقتدار بلکہ خالص خدا پرستی اور خالق کی رضا جوئی کے لیے مقدس جدوجہد ہے۔ کیونکہ اس جدوجہد کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے دین کو ادیانِ باطل پر غالب کر دیا جائے اور یہی وہ فرض ہے جس کی انجام دہی

کا اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو پابند کیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ: ۳۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو وہ تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار گزرے۔

یعنی آخری رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ اسلام ایک غالب قوت کی حیثیت سے دنیا میں زندہ رہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی آتا ہے الاسلام یَعْلُو و لا یُعْلٰی " اسلام سربلندی اور بالادستی چاہتا ہے مغلوبیت نہیں۔ پس یہ ضروری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں خدا ہی کا دین قائم اور نافذ ہو کیونکہ جب تک حیاتِ انسانی کا کوئی ایک پہلو اور نسلِ انسانی کا کوئی ایک حصّہ بھی دائرۂ دین سے خارج رہتا ہے اس وقت تک نہ باطل ادیان کی عملداری ختم ہوتی ہے اور نہ دینِ حق کو حقیقی سربلندی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز سیاسی اقتدار کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر سیاسی اقتدار کی خواہش کوئی مذموم خواہش ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یہ دعا کرنے کی کبھی تلقین نہ فرماتا: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ اور اے نبی! دعا کرو، پروردگار مجھے جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنے پاس سے کسی قوت و اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ حق و صداقت میں خود ایک غیر معمولی قوت اور کشش ہوتی ہے اور ان کا نور سلیم الفطرت انسانوں میں خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ سلیم الفطرت انسان خود اس نور کی تلاش میں رہتے ہیں اور جہاں اس کی ایک جھلک بھی انہیں نظر آتی ہے وہ اس کی طرف فوراً لپکتے ہیں اور نورِ ہدایت کو نہ صرف اپنے سینوں میں اتارتے ہیں بلکہ اس سے اپنی پوری زندگی کو منور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس سے پوری دنیا میں حق و صداقت کا بول بالا ہو جائے۔ کیونکہ دنیا میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے سیاہ باطن لوگوں کی بھی رہی ہے جو دینِ حق کی راہ میں ہمیشہ مزاحم رہے ہیں۔ اُن کی مزاحمت اُس صورت میں ختم ہو سکتی ہے جب اللہ کا دین پوری طرح غالب ہو کر باطل کی قوت کو یکسر توڑ کر رکھ دے۔ اس مقدس جدوجہد کو قرآنِ مجید نے فریضۂ اقامتِ دین کا نام دیا ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے جماعت اسلامی سرگرمِ عمل ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی دعوت دیتی ہے۔

جہاں تک تیسرے سوال کا تعلق ہے کہ جماعت اسلامی اس فریضۂ اقامتِ دین کو کس طرح سرانجام دینا چاہتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس فرض کو اپنی حد تک اسی انداز سے بجا لانے کی کوشش کر رہی ہے جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے عہد میں اختیار کیا اور جس کے بارے میں ہمیں قرآن و سنت سے واضح ہدایت اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو عام کیا جائے اور خاص طور پر مسلمانوں کے اندر فکر و عمل کی جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں انہیں دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپ اس کام کو دعوتِ دین، تطہیرِ افکار اور تعمیرِ اخلاق کا کام کہہ سکتے ہیں۔ پھر جو لوگ اقامتِ دین کی مقدس جدوجہد میں عملاً شریک ہونا چاہیں انہیں ایک جماعت کی صورت میں منظم کیا جائے اور پھر اس تنظیم سے اعلائے کلمۃ اللہ کا کام لیا جائے کیونکہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے کام سے زیادہ کسی بہتر کام کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا اور جو کوشش بھی اس راہ میں کی جائے اُس سے زیادہ مقدس کوئی دوسری کوشش نہیں ہو سکتی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (حٰمٓ سجدہ: ۳۳)	اور اس شخص سے زیادہ بھلی بات کہنے والا اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف دعوت دے اور خود بھی نیک کام کرے اور یہ بلا کہے کہ میرا تعلق ان لوگوں سے ہے جو خدا کے فرمانبردار ہیں۔

اُمتِ مُسلمہ جس پر اس دنیا میں شہادتِ حق کی ذمّہ داری عائد ہوتی ہے وہ اگر دعوتِ حق کا فرض انجام دینے میں کوتاہی کرے تو اور کس سے اس نیک کام کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اگر پوری امت دین کے معاملے میں غفلت کا شکار ہے تو کم از کم وہ لوگ تو آگے بڑھ کر اس کام کو سرانجام دیں جو اپنی دینی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہیں۔ اور حالات کی تمام سنگینیوں کے باوجود اللہ کے دین کو غالب کرنے کے آرزومند ہیں۔

جماعت اسلامی کا مقصد جس قدر پاکیزہ اور مقدس ہے اسی طرح اس کے کام کرنے کا طریق اور جدوجہد کا راستہ بھی فتنہ و فساد اور اسی نوعیت کی دوسری تخریبی سرگرمیوں سے یکسر پاک ہے۔ وہ اپنے کام کو تشدد اور زیرِ زمین کارروائیوں کی مدد سے آگے نہیں بڑھانا چاہتی بلکہ افہام و تفہیم اور رائے عام کو ہموار کر کے اپنی دعوت کے دائرے کو وسعت دینا چاہتی ہے۔ وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتی ہے کہ (باقی صفحہ ۴۷ پر)